محمد بن قاسم کا اپنی رعایا کے ساتھ سلوک

ڈاکٹر سید حیدر شاہ*

ہندوستان میں اسلامی فتوحات کی ابتداء ۹۲ھ میں سندھ کے راستے ہوئی جس کے لیے جواز خود اہلیان سندھ نے پیدا کیا تھا۔ یہاں کے بحری قزاقوں نے دیبل کے قریب سمندر میں ان کشتیوں کو لوٹا جن میں لنکا سے کچھ مسلمان تاجروں کی بیوہ عورتیں اوران کے بچے سوار تھے۔ اس کے علاوہ شاہ لنکا کے وہ تحائف تھے جو اس نے اموی خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے لیے بھیجے تھے۔ ان قزاقوں کو سندھ حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی کیونکہ سندھ کی فتح پر مسلمان قیدی حکومتی تحویل میں پائے گئے تھے۔ عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے سندھی حکمران راجہ داہر سے ان قیدیوں اور مسروقہ سامان کی واپسی نیز قزاقوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ جسے راجہ داہر نے بے التفاتی سے ٹال دیا۔ ان قزاقوں کی گوشمالی کے لئے حجاج بن یوسف نے یکے بعد دیگرے دو چھوٹے لشکر بھیجے۔ جنہیں راجہ کی فوج نے شکست دے دی۔ تب حجاج بن یوسف نے چھ ہزار شامی سپاہیوں پر مشتمل ایک بڑا لشکر پوری تیاری کے ساتھ اپنے چچا زاد بھائی محمد بن قاسم کی زیر کمان روانہ کیا۔ جس نے متعدد معرکوں میں خود راجہ داہر اور دیگر سندھی حکام کو شکست دے کر ملتان تک کا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل کر دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حجاج بن یوسف کی وفات اور اموی خلیفہ کی تبدیلی کی وجہ سے یہ مہم نامکمل رہ گئی۔ محمد بن قاسم کو فوری طور پر واپس بلا لیا گیا۔ جو نئے خلیفہ سلیمان بن عبدالمالک کے انتقام کا نشانہ بن کر عین جوانی میں راہی ملک عدم ہوا۔ اس نے تین سال کی قلیل مدت میں مسلسل عسکری مہمات میں مشغولی کے باوجود یہاں کی امن پسند رعایا کے ساتھ جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ اور ان کی

---

* شعبہ اسلامیات، بلوچستان، یونیورسٹی کوئٹہ۔

فلاح و بہبود کے لیے جو اقدامات کئے ان کے باعث غیر مسلموں تک نے اسے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

امن و تحفظ

محمد بن قاسم کی یہ مہم سندھ کی فتح کے لئے ہوئی تھی جس میں انتقامی جذبہ ایک فطری امر تھا۔ اس کے باوجود یہاں کی بے ضرر عوام کے خلاف کوئی فوجی کاروائی نہیں کی گئی۔ خصوصاً دست کاروں اور تاجروں وغیرہ کو امان دے کر اپنے مقام پر قائم رکھا گیا۔ آپ کی ہدایات تھیں کہ جنگ کرنے والوں کے سوا کسی شخص کو قتل نہ کیا جائے۔ کوئی مسلح شخص بھی ہتھیار ڈال کر امان کا طالب ہوتا تو اسے بھی اکثر معاف کر دیا جاتا تھا۔ اہلیان نیرون کوٹ نے اسلامی لشکر کی آمد سے قبل ہی اپنے نمائندے بھیج کر حجاج بن یوسف سے امان حاصل کر لی تھی۔ لہٰذا انہیں مکمل طور پر امن و تحفظ فراہم کیا گیا۔"[۱] سیوستان پر محاصرے کے دوران یہاں کے شہریوں نے پیغام بھیجا کہ" ہم لوگ غریب کسان، بیوپاری، کاریگر اور دوسرے پیشہ ور ہیں۔ ہمارا لڑائی سے کوئی تعلق نہیں"۔ چنانچہ جب قلعہ فتح ہوا تو عوام نے اطاعت قبول کر لی اور اپنی جان ومال کی امان پائی۔[۲] سیوستان کا حکمران بجے رائے یہاں سے سیسم چلا گیا تھا۔ اسلامی لشکر نے وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کیا۔ دو روز تک شدید مقابلہ ہوا۔ بجے رائے اور اس کے بڑے کمانڈر مارے گئے۔ شہریوں نے امان کی درخواست پیش کی اور ایک ہزار درہم سالانہ بطور خراج دینا قبول کیا۔ محمد بن قاسم نے ان کی یہ پیش کش قبول کی اور امن و تحفظ کی خاطر اپنے حکام متعین کیے۔[۳]

اسلامی لشکر کے نیرون سے اشبہار جاتے ہوئے راستے میں بھٹی قوم کے کچھ سرداروں نے حاضر ہو کر امان طلب کی جسے آپ نے قبول کیا۔ اور ان سے مستحکم اقرار لے کر مصالحت فرمائی۔ قلعہ اشبہار پہنچ کر ہفتہ بھر محاصرے اور قتال کے بعد اہلیان قلعہ امان کے خواستگار ہوئے۔ جسے آپ نے منظور کیا اور ان پر سالانہ ٹیکس مقرر کر کے یہاں اپنا حاکم مقرر کیا۔[۴] راوڑ جاتے ہوئے مہران کے قریب ایک علاقے سربیدس کا سمنی (مذہبی و سیاسی رہنما) صلح کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی پیش کش قبول کر کے ان پر خراج مقرر کیا۔[۵] راوڑ میں خود راجہ داہر سے مقابلہ ہوا۔ شدید مزاحمت کے بعد فتح ہوئی۔ راجہ داہر قتل ہوا اور اس کی بہت سی سپاہی بھی مارے گئے۔ جبکہ پرامن شہریوں، تاجروں اور دوسرے پیشہ وروں سے کچھ باز پرس نہ کی گئی بلکہ نہایت عمدگی سے ان سب کو شہر میں آباد رکھا گیا۔[۶]

راوڑ کے بعد برہمن آباد کا محاصرہ کیا گیا۔ طویل محاصرے سے تنگ آ کر یہاں کے شہری امن کے طلب گار ہوئے اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ محمد بن قاسم نے سختی سے تاکید کی کہ سوائے ان لوگوں کے جو لڑائی پر آمادہ ہیں کسی امن پسند شہری سے تعارض نہ کیا جائے۔[۷] برہمن آباد کے بعد آپ منھل پہنچے جو ساوندری کے اطراف میں تھا۔ یہاں کے باشندوں نے اطاعت شعاری کا اظہار کیا۔ جسے آپ نے قبول کیا۔ پھر انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ تم لوگ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو اور وقت مقررہ پر جزیہ ادا کرتے رہو'' اس راہ میں دوسرا مقام بسمد تھا۔ یہاں کے لوگوں نے ویسی ہی صلح کر لی جیسی صلح ساوندری کے باشندوں نے کی تھی۔ بیلمان اور سورٹھ کے باشندوں نے بھی جنگ کے بجائے اطاعت قبول کر لی۔ چنانچہ انہیں بھی امان دی گئی۔ [۸]

منھل سے آگے لوہانہ کا علاقہ تھا۔ جہاں سمہ قوم آباد تھی۔ یہ لوگ آپ کے استقبال کی خاطر ناچتے گاتے اور ڈھول بجاتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی اطاعت شعاری کو قبول فرمایا۔ ان کے رقص سے خوش ہوکر انہیں بیس دینار بطور انعام دیئے گئے[۹] دوسری روایت کے مطابق ان لوگوں کو قطعات اراضی بھی عطا کیے گئے۔

چنا قبائل کے لوگ لشکر اسلام کی خبر سن کر شایان شان تحفوں کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطاعت ومالگزاری قبول کر کے واپس ہوئے۔ لوہانہ، سہتہ، چنڈ، ماچھی، ھالیر اور کوریجا قبائل کے لوگ بھی اسی طرح آئے یہ سب سروپا برہنہ ہوکر امان لینے آئے تھے۔ آپ نے انہیں امان دے کر حکم دیا کہ جب بھی مسلمان یہاں سے درالخلافت کو جائیں یا دارالخلافۃ سے الور کی طرف آئیں تو ان کی رفاقت اور رہنمائی ان کے ذمہ ہوگئی۔[۱۰]

اروڑ پر محاصرے کے دوران وہاں کا حاکم قونی (گوپی) ایک روز مع اپنے خاندان وہاں سے نکل کر چلا گیا تو عوام نے اپنے نمائندے بھیج کر امان طلب کی۔ جسے آپ نے منظور کر لیا۔ اور شہر کسی قتل و غارت کے بغیر فتح ہوگیا۔[۱۱] قلعہ اسکلندہ پر سات روز کے محاصرے او رشدید مزاحمت کے بعد وہاں کا حاکم قلعہ سے فرار ہوگیا تو عوام معافی و امان کے خواستگار ہوئے جسے آپ نے قبول کیا۔ اور شہر میں داخلے پر اطاعت شعار شہریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا گیا۔[۱۲] ملتان کی فتح میں مسلم سپاہ کو بڑی دقت پیش آئی۔ کئی ماہ تک مزاحمت ہوتی رہی غلہ کی قلت کے باعث سپاہی گدھے کا گوشت تک

کھانے پر مجبور ہوئے۔ آخر قلعہ فتح ہوا دشمن کے چھ ہزار فوجی قتل ہوئے اور ان کے متعلقین قیدی بنائے گئے۔ جبکہ پر امن شہریوں مثلاً تاجروں ، صناعوں اور کاشتکاروں کو عام معافی دی گئی ،ان پر جزیہ لاگو کیا گیا۔ اس کے علاوہ وہاں کے امراء اور معززین پر مجموعی طور پر مزید ساٹھ ہزار درہم بطور تاوان جنگ وصول کر کے مسلم فوج میں تقسیم کیا گیا۔[۱۳]

سندھ کی مہم کے دوران صرف دیبل اور کیرج کے مقامات پر تمام لڑنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔[۱۴] لیکن وہاں پر بھی عام شہریوں سے کوئی تعارض نہیں کیا گیا۔ خود حجاج بن یوسف نے اہل دیبل کے متعلق اپنے خط میں حسن سلوک کی تلقین کی۔

> '' دیبل میں جو کچھ بچایا گیا ہے اسے قلعہ میں ذخیرہ کر کے رکھنے کی بجائے لوگوں پر صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ ملک فتح ہونے اور قلعوں کے قبضے میں آنے کے بعد رعایا کے آرام اور باشندوں کی دلجوئی کی کوشش کرنی ہے، اگر کسان صنعت کار ، دستکار اور تاجر آسودہ ہوں گے تو ملک سرسبز و آباد رہے گا''۔[۱۵]

کیرج کی عوام کے ساتھ بھی حسن سلوک کا اس سے ثبوت ملتا ہے کہ محمد بن قاسم کی سندھ سے واپسی پر کیرج والوں نے بہت غم کیا۔ اس کے لیے روئے اور اس کی شبیہ بنا کر رکھی۔[۱۶] محمد بن قاسم کے نرم مزاجی کے متعلق ڈاکٹر ممتاز حسین پٹھان لکھتے ہیں۔

"Tolerance seems to have been the guiding principle of the Conqueror and in spite of remonstrances from Al-Hajjaj, Muhammad adopted a policy of leniency and reconciliation to the natives of Sind."[17]

حسن سلوک

مقامی لوگوں میں جس نے بھی اطاعت شعاری اور خیر سگالی کا مظاہرہ کیا اس کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ جو ہندو امراء جارحیت کی بجائے مصالحت و معاونت کے لیے آمادہ ہوئے۔ ان کی یہ پیشکش قبول کر کے انہیں اپنے سابقہ عہدوں پر برقرار رکھا گیا۔ مثلاً بدھیہ کا راجہ کا کابن کوتل اپنے سرداروں اور عمائدین حکومت کو لے کر محمد بن قاسم کے پاس آیا اور اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا۔ آپ بھی اس کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ اسے خلعت و کرسی سے نوازا۔ جامہ ہندی ریشم اور حریر عطا کی اور اس کے تمام ساتھیوں کو امان دی۔[۱۸] دریائے سندھ کے کنارے سورتھ کا حاکم راجہ موکوبن و سایو جو قلعہ بیٹ پر متعین تھا وہ بھی محمد بن قاسم کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے

اسے اپنے سامنے کرسی پر بٹھایا۔ ایک لاکھ درہم بطور انعام عطا کئے ،ایک سبز چادر جس پر مور بنا ہوا تھا۔ ایک مرصع کرسی اور خلعت فاخرہ عطا کی۔ اسے اپنے علاقے پر برقرار رکھا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے تمام ٹھاکروں (امراء) کو بھی خلعتوں ، مرصع گھوڑوں اور بہت سے انعامات سے سرفراز کیا۔ نیز اس کی درخواست ہر قصبہ (دجورتہ) کی اراضی بھی بطورملکیت اسے دی۔[۱۹] دھلیلہ کی فتح کے بعد راجہ داہر کے وزیر سیاکر نے بھی محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی اور بھر پور تعاون کا یقین دلایا۔ آپ نے بھی اس کی تعظیم وتکریم کی۔ اسے وزارت کے عہدے پر برقراررکھا۔ اپنا مشیر خاص بنایا۔ آپ کو جو بھی مشورہ یا راز کی بات کرنی ہوتی، اس سے کرتے تھے اور اس سے رائے لیتے تھے۔ اس نے خراج کے متعلق مشورہ دیا کہ دیوانی مال (مالیہ زمین) کو قدیم دستور کے مطابق قائم رکھا جائے اس سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور یہ اصلاح اعمال اور دوستوں کی تربیت کرے گی۔[۲۰] تو اس کے مشورے کو شرف قبولیت بخشا گیا۔

سیاکر کے علاوہ راجہ داہر کا چچا زاد بھائی راجہ ککسو جو قلعہ بھاٹیہ کا حاکم تھا۔ یہ علم و دانش اور سیاسی امور میں بڑی فہم و فراست کا مالک تھا۔اس نے بھی اپنے چند معتبر سرداروں کو تحائف دے کر محمد بن قاسم کے پاس بھیجا اور اطاعت قبول کر لی۔ آپ نے اس کی عزت افزائی کی۔ بڑی نوازشیں کرنے کے بعد اسے اپنا مشیر بنایا۔ آپ اسے اکثر اپنے سامنے کی نشست دیتے تھے اور اس سے صلاح ومشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے اسے مبارک مشیر کا لقب عطا فرمایا۔ وہ سارے امیروں اور سپہ سالاوں کا سربراہ تھا۔ مالیہ کی وصولی اور قرب و جوار کا ملک اس کے زیر انتظام رہتا تھا۔ اور خزانہ بھی اس کی مہر کے حوالے کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ہر جنگ میں محمد بن قاسم کے ساتھ رہا۔[۲۱]

ان امراء و حکام کے علاوہ عام شہریوں کے ساتھ بھی بھلائی و ہمدردی کا سلوک کیا جاتا تھا۔ حجاج بن یوسف اگر چہ سخت گیر حکمران تھا مگر اس کے باوجود اس نے اہلیان سندھ کے ساتھ نیکی و احسان کی تاکید کی تھی۔ مثلاً محمد بن قاسم نے جب اسے اپنے خط میں اہل نیرون کی وفا شعاری و اطاعت گزاری کی اطلاع دی تو اس نے جواب میں لکھا۔

'' ان کے آرام کا ہر طرح سے خیال رکھو اور انہیں ہماری مہربانیوں کا امیدوار بناؤ، جو بھی تم سے امن طلب کرے۔'' اسے امان دینا اور جو بھی بزرگ اور خاص آدمی تم سے ملنے آئیں۔ انہیں قیمتی خلعتوں سے سرفراز کر کے اپنے احسان کا زیر بار کرو اور ہر ایک کی اہلیت کے مطابق ان کوانعام

و اکرام دینا واجب سمجھو اور عقل کو اپنا رہبر بناؤ تا کہ ملک کے امیر اور مشہور و معروف لوگ تمہارے قول اور فعل پر پورا اعتماد رکھیں۔''۲۲

ان ہدایات کی روشنی میں محمد بن قاسم نے جو علاقے بھی فتح کیے۔ عام طور پر وہاں کے قدیم حاکموں سے اقرار اطاعت لے کر ان ہی کو بحال رکھا۔ ان کی نگرانی و رہنمائی کے لیے وہاں مسلمان اہلکار بھی مقرر کیے جاتے تھے مگر انتظامی عہدوں پر مقامی لوگ تعینات رہے۔ شیخ اکرام ان کے متعلق لکھتے ہیں'' محمد بن قاسم نے پرانے نظام کو حتی الوسع تبدیل نہ کیا۔ راجہ داہر کے وزیر اعظم کو وزارت پر برقرار رکھا اور اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے تمام نظام سلطنت ہندوؤں کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ عرب فقط فوجی اور سپاہیانہ نظام کے لیے تھے۔ مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتے تھے۔ لیکن ہندوؤں کے لیے ان کی پنچائتیں بدستور قائم تھی''۔ ۲۳

رفاہ عامہ

سندھ کی اس مہم میں امن پسند اور اطاعت شعار عوام کو نہ صرف جان و مال کی امان دی گئی بلکہ ان کی بحالی کے لیے اقدامات بھی کیے گئے۔ خود حجاج بن یوسف نے بھی اس بارے میں ہدایات جاری کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں لکھا۔

> '' حکم ظاہر ہے کہ جو بھی جنگ کرے اسے قتل کرو۔ دوسری صورت میں اس کے بیٹے اور بیٹیاں ضمانت کے طور پر قید کر کے بند رکھو۔ جو لوگ فرماں برداری کے لائق ہیں۔اور ان کے دل صاف ہیں ۔ انہیں امان دے کر ان کے ذمہ جزیہ مقرر کرو۔ دستکاروں اور تاجروں پر بہت ہلکا بوجھ رکھنا، جس کے متعلق بھی یہ معلوم ہو کہ وہ زراعت اور کاشت کاری میں بڑی محنت کرتا ہے۔ اس سے قانونی محصول میں رعایت اور ہمدردی کی جائے''۔ ۲۴

ان ہدایات کی روشنی میں محمد بن قاسم نے اپنی رعایا کے ساتھ خاص مہربانی کا برتاؤ کیا۔ انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ

> ''ہر طرح دل کو خوش رکھنا۔ کوئی بھی فکر نہ کرنا کہ اب تم سے مزید باز پرس ہوگی۔ میں تم سے کوئی تحریر یا دستاویز نہیں لیتا۔ جو حصہ پہلے مقرر اور معلوم ہے وہ ادا کرتے رہنا بلکہ تم پر مہربانی اور درگزر کو واجب سمجھا جائے گا۔ جسے کوئی درخواست پیش کرنا ہو تو پیش کرے۔ وہ سنی جائے گی۔ اور پورا جواب دیا جائے گا۔ اور ہر ایک کی مراد پوری کی جائے گی''۔ ۲۵

آپ نے شہروں کو فتح کرنے کے بعد دیکھا کہ اہل حرفہ صناعوں، سوداگروں اور کاشت کاروں

کو جنگ کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے تو حکم دیا کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک کو بارہ درہم وزن چاندی دی جائے تاکہ اپنے کاموں کو جاری کر سکیں اور جس کا نقصان زیادہ ہوا ہے اس کو بعد تحقیق زیادہ امداد دی جائے۔[۲۶] آپ عوامی فلاح و بہبود کا خیال رکھتے تھے اپنے حکام کو بھی اس بارے میں ہدایات دیتے تھے۔ راوڑ میں آپ کا مقابلہ راجہ داہر کے لشکر سے ہوا تھا اور بہت سخت مدافعت کے بعد فتح ہوئی تھی۔ جس میں راجہ داہر اور اس کے بہت سے لشکری مارے گئے تھے۔ فتح کے بعد آپ نے یہاں پر رواح بن اسد کو گورنر مقرر کیا تو اسے عوام کے متعلق حکم دیا کہ

''عوام کی دلجوئی واجب سمجھی جائے لیکن نیکی کی تاکید اور بدی سے تنبیہ کا حکم بھی مہمل نہ ہونے پائے۔''[۲۷]

آپ حسب ضرورت مستحقین کی مالی امداد بھی کرتے تھے۔ اروڑ اور بغرور کے علاقے کافی مزاحمت کے بعد فتح ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود یہاں پر امن پسند اور اطاعت شعار حاجت مند لوگوں کو مالی امداد دی گئی۔''[۲۸]

حجاج بن یوسف کو اہلیان سندھ کے ساتھ محمد بن قاسم کے حسن سلوک کی اطلاع ملی تو اس نے آپ کی تائید و توصیف میں تحریر فرمایا۔

''اے عم زاد محمد بن قاسم ! تو جس طرح سپہ داری ، رعایا نوازی ، خلق پروری اور کاروبار (حکومت) کے انتظام کی کوشش کر رہا ہے وہ بڑی تعریف کی مستحق ہے''۔[۲۹]

محمد بن قاسم کے متعلق اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں۔

جب امن قائم ہو گیا تو نوجوان فاتح نے خیر خواہی عوام کے اصولوں پر مبنی ایک نظام حکومت نافذ کر کے اپنی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔[۳۰]

معاشی بحالی

سندھ کے انتظامی امور میں اکثر برہمن ذات کے افراد تعینات تھے۔ راجہ داہر کے بعد ان سب لوگوں کا معاشی مستقبل خطرے میں پڑ گیا تھا۔ لہٰذا وہ محمد بن قاسم کے پاس درخواست گزار ہوئے۔ آپ نے ان کی درخواست منظور کی۔ اور جس طرح راجہ چچ کے زمانے میں ہر برہمن کسی نہ کسی کام پر مامور ہوا کرتا تھا۔ آپ نے بھی انہیں کوئی نہ کوئی کام سونپ دیا اور ان سے فرمایا۔

’’ راجہ داہر نے تمہیں اہم کاموں پر مامور کیا تھا جس کی وجہ سے تم شہر اور مضافات سے بخوبی واقف ہو گئے۔تم جس مشہور و معروف کو بھی تربیت اور نوازش کا مستحق سمجھو اس سے ہمیں آگاہ کرو تا کہ اس کے حق میں مہربانی کی جائے اور اسے اعلیٰ انعامات سے سرفراز کیا جائے۔ چونکہ ہمیں تمہاری ایمانداری اور صداقت پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے اس لیے تم اپنے عہدوں پر بحال کئے جاتے ہو۔ ملک کا سارا کاروبار تمہاری معاملہ فہمی پر چھوڑ دیا جائے گا اور یہ منصب تمہاری اولاد اور نسلوں سے کبھی نہ چھینا جائے گا۔‘‘ ۳۱

اس سے نہ صرف مقامی اہلکاروں کی حوصلہ افزائی ہوئی بلکہ نظام حکومت کی بحالی میں بھی کافی مدد ملی۔ محمد بن قاسم کے اس اقدام کے متعلق اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں۔

’’ محمد بن قاسم نے سرکاری ملازمتوں میں دیسی باشندوں کی ایک بڑی تعداد بھرتی کر کے کس طرح ایک دانش مندانہ حکمت عملی اختیار کی تھی۔ فی الحقیقت اسی حکمت عملی نے عرب حکومت کو اس کے قیام کے وقت کامیاب بنایا۔ کیونکہ نئے مقرر شدہ بدھ اور ہندو سرکاری ملازمین اندورون ملک پھیل گئے۔ اور انہوں نے عوام میں اعتماد پیدا کر کے انتظامی اور مالی کل پرزوں کو ایک مرتبہ پھر چالو کر دیا‘‘ ۳۲

بعض علاقوں میں تو سارا کاروبار حکومت مقامی لوگوں کے حوالے کیا گیا۔ مثلاً سیستان کے متعلق تاریخ معصومی کی روایت ہے کہ سیستان کی فتح پر جو برہمن وزیر مسلمانوں کی امان میں آیا۔ اسے اپنے آدمیوں کے ہمراہ ٹھٹھہ اور نیرون کوٹ کی طرف روانہ کر کے وہاں کا کاروبار اسی کی عقل اور سمجھ پر چھوڑا‘‘۳۳

برہمن ذات میں سے وہ لوگ جو مذہبی خدمات کے لیے وقف تھے اور ان کا ذریعہ معاش پجاریوں کی نذرونیاز وغیرہ تھا۔ آپ نے ان کو بھی حسب سابق بحال کر دیا کیونکہ اب برہمنوں کی وہ رسم کہ تاجر اور ٹھاکر وغیرہ برہمنوں کو خیراتیں دیا کرتے تھے بند ہو گئی تھی اور لشکر کے خوف کی وجہ سے خیرات اور کھانا بھی دستور کے مطابق نہ پہنچتا تھا جس کی وجہ سے وہ مفلس اور قلاش ہو گئے تھے چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر التجا کی کہ ’’ہم راہب ہیں ہماری ترقی اور معاشی بحالی بتوں کی مجاوری پر ہے۔ جس صورت میں تاجروں اور کافروں پر مہربانی فرمائی ہے کہ وہ جزیہ قبول کر کے ذمی ہو گئے ہیں اسی طرح ہم بندگان بھی حضور کے کرم سے امید رکھتے ہیں کہ ہمیں اشارہ فرمائیں گے تا کہ ہم بھی اپنے معبود کی پرستش کریں اور بت خانے آباد کریں‘‘ ان کی درخواست پر آپ نے عام لوگوں کے لیے حکم جاری فرمایا کہ

''وہ اپنی بخشش اور خیرات سے برہمنوں اور فقیروں کی خدمت کریں اپنی رسمیں اور تہوار اپنے باپ دادا کے دستور کے مطابق جاری رکھیں۔ برہمنوں کو اس سے پہلے جو خیراتیں دیا کرتے تھے۔ وہ حسب دستور دیتے رہیں۔سو درہم اصل مال میں سے تین درہم (نکال کر اس میں سے)جو کچھ ان کا حق ہے وہ انہیں پہنچا دیں اور برہمنوں کے لیے فیصلہ ہوا کہ ہاتھوں میں تانبے کی تھالی لے کر خیرات کے لیے گھروں کے دروازے پر جائیں اور اناج وغیرہ جو کچھ بھی مل سکے حاصل کریں تا کہ تباہ نہ ہوں''۔ ۳۴

مقامی لوگوں کی فوج میں شامل ہونے کا موقع بھی دیا گیا۔ جس سے وہ لوگ اسلامی دستور کے مطابق جزیہ سے بری الذمہ ہو گئے۔ اس کے علاوہ اپنی خدمات کا معاوضہ بھی پاتے تھے۔ ۳۵ صرف سیوستان سے چار ہزار جاٹ نوجوانوں کو اسلامی لشکر میں شامل کیا گیا۔ ۳۶ مختلف مقامات پر مقامی لوگ فوج میں شامل ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ ملتان کی فتح کے بعد اسلامی فوج کی تعداد ۵۰ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ ۳۷

جزیہ و خراج کی وصولی

سندھ کی غیر مسلم رعایا سے محصولات کے معاملے میں بھی نرمی و سہولت کو مد نظر رکھا گیا۔ خود حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو اپنے ایک خط میں اس کے متعلق مفید ہدایت دیں۔

''جو لوگ فرما نبرداری کے لائق ہیں اور ان کے دل صاف ہیں۔ انہیں امان دے کر ان کے ذمہ جزیہ مقرر کرو۔ دستکاروں اور تاجروں پر ہلکا بوجھ رکھنا۔ جس کے متعلق بھی یہ معلوم ہو کہ وہ زراعت اور کاشت میں بڑی محنت کرتا ہے اس سے قانونی محصول میں رعایت اور ہمدردی کی جائے۔ جو اسلام کی عزت سے مشرف ہو اس کے مال زراعت سے دسواں حصہ لیا جائے جو اپنے دھرم پر قائم رہے۔ اس کے کارخانے اور زراعت سے ملکی قانون کے مطابق دیوانی محصول وصول کر کے عاملوں کے حوالے کیا جائے''

سندھ میں جزیہ اسی شرح سے لاگو کیا گیا جو حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں رائج تھا۔ یعنی سرداروں (مرفع الحال لوگوں) پر فی کس ۴۸ درہم وزن کی چاندی ، دوسرے درجے کے گروہ پر ۲۴ درہم وزن کی چاندی اور تیسرے درجے کے لوگوں پر ۱۲ درہم وزن کی چاندی فی کس مقرر کی گئی۔ اس رقم کے علاوہ ان کی زمینیں اور گھوڑے (مویشی) وغیرہ ان سے نہ لیئے گئے ۳۸

جزیہ کے تعین اور وصولی میں ممکنہ حد تک نرمی برتی گئی۔ برہمن آباد کے معرکے میں عوام کا

بہت سا مالی نقصان ہوا تھا۔ محمد بن قاسم نے یہاں پر سوداگروں ، صناعوں اور مزارعین کا اندراج کرایا۔ یہ لوگ تعداد میں دس ہزار نکلے اس کے بعد آپ کے حکم پر ان میں سے ہر ایک پر صرف بارہ درہم وزن کی چاندی مقرر کی گئی کیونکہ ان کا اثاثہ لٹ گیا تھا۔ ۳۹ جو جزیہ کی کم سے کم شرح تھی۔ خراج کے تعین میں حجاج بن یوسف کی ہدایات کے مطابق مقامی دستور اور حالات کا لحاظ رکھا گیا اور مقامی رہنماؤں سے بھی رائے لی گئی۔ پھر ان محصولات کی وصولی کا کام بھی مقامی اہلکاروں کے حوالے کیا گیا اور انہیں بھی عوام کے ساتھ عدل و احسان کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی۔ محمد بن قاسم نے انہیں حکم دیا کہ

''حکومت اور خالق کے درمیان سچائی کا خیال رکھنا۔ اگر کوئی شئے تقسیم کرنا ہو تو برابر تقسیم کرنااور ہر ایک پر اس کی برداشت کے مطابق مالیہ مقرر کرنا۔''۴۰

ان انتظامات کے علاوہ آپ عوام کی شکایات کا ازالہ بھی کرتے تھے تا کہ اہلکار کسی شخص پر ظلم و زیادتی نہ کرسکیں۔ ایک موقع پر آپ نے عوام سے خطاب میں فرمایا۔

''ہر طرح سے دل خوش رکھنا کوئی بھی فکر نہ کرنا کہ اب تم سے مزید باز پرس ہو گی میں تم سے کوئی تحریر یا دستاویز نہیں لیتا۔جو حصہ پہلے ہی مقرر اور معلوم ہے۔ وہ ادا کرتے رہنا بلکہ تم پر مہربانی اور درگزر کو واجب سمجھا جائے گا۔ جسے کوئی درخواست پیش کرنا ہو پیش کرے وہ سنی جائے گی اور پورا جواب دیا جائے گااور ہرایک کی مرادپوری کی جائے گی۔''۴۱

مذہبی آزادی

محمد بن قاسم نے اپنی توحیدی اعتقادات کے باوجود مقامی آبادی کے مذہبی عقائد و رسومات میں کوئی مداخلت نہ کی۔ عین جنگ کے دوران بعض مندروں میں شکست و ریخت اور لوٹ مار کی گئی۔ جس کی ایک وجہ ان کا مسلمانوں کے خلاف عسکری مراکز کے طور پر استعمال تھا۔ اور دوسرا سبب یہ تھا کہ عرصہ دراز سے پجاریوں اور یاتریوں کے لائے ہوئے نذرانے اور عطیات کا یہاں ذخیرہ تھا جو فاتحین کی توجہ کا باعث بنتا تھا۔ مذہبی تعصب کا اس میں کچھ دخل نہ تھا۔ اس امر کو خود ہندو مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ رما شنکر ترپاٹھی لکھتے ہیں۔

''سندھ کے فاتحین نے رواداری کی دوراندیشانہ پالیسی پر عمل کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام

پھیلا لیکن عیسائیوں کے گرجوں ، یہودیوں کے عبادت خانوں اور آتش پرستوں کی قربان گاہوں کی طرح ہندو مندر بھی محفوظ و مستحکم رہے۔ برہمنوں کو اجازت تھی کہ وہ چاہیں تو نئے مندر تعمیر کریں۔چاہے پرانے مندروں کی مرمت کرائیں‘‘ ۴۲

آپ نے کہیں بھی، بلا وجہ مندروں کو نقصان نہ پہنچایا۔ اہلیان سندھ کے ساتھ اکثر معاہدوں میں ان کی مذہبی آزادی کا ذکر بھی موجود ہے۔ دیبل سندھ کا پہلا اہم شہر تھا جسے آپ نے فتح کیا۔ وہاں پر سب سے بلند عمارت بودھوں کا معبد تھا۔ آپ نے قلعہ والوں کو شہر کا دروازہ کھولنے پر مجبور کرنے کے لئے اس معبد کے مینارہ پر جو سب سے اونچا اور باہر سے نظر آتا تھا۔ توپ کا گولہ پھینکا۔ جس سے وہ مسمار ہوگیا۔لیکن جب شہر کا دروازہ کھل گیا اور شہر فتح ہوگیا تو اس معبد کو برباد نہیں کیا گیا۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری تک یہ عمارت موجود تھی۔ عباسی خلیفہ معتصم ۲۱۸ھ۔ ۲۲۸ھ کے زمانے میں اس کا ایک حصہ جیل خانے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ ۴۳ اسی طرح ملتان کا عظیم الشان بت خانہ بھی صحیح و سالم رہا۔ بلکہ عربوں کی تین سو برس کی حکومت میں بھی وہ بعینہ قائم رہا۔ تمام ہندوستان سے لوگ اس مندر کی یاترہ کو آتے تھے اور وہاں جا کر نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ یہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع ہوتی۔ جس سے اس مندر کے مصارف اور وہاں کے پجاریوں کی تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ ۴۴ مذہبی رواداری کی اس سے زیادہ کیا صورت ہوگی کہ محمد بن قاسم نے جس طرح مسجدوں کے لئے اوقاف مقرر کیے۔ ویسے ہی مندروں کے لئے بھی جاگیریں مقرر کیں۔ ۴۵

حجاج بن یوسف کی جانب سے بھی مذہبی رواداری کی تاکید تھی۔ مثلاً برہمن آباد کی فتح کے موقع پر محمد بن قاسم نے ان سے اس بارے میں استفسار کیا تو ان کا جواب آیا۔

> ’’تم نے جو حالات تحریر کیے ہیں وہ معلوم ہوئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ برہمن آباد کے سربراہ بت خانہ کی آبادی اور اپنے مذہب کے لئے عرض کر رہے ہیں۔ جس صورت میں کہ انہوں نے ہماری فرمانبرداری کے زمرے میں داخل ہو کر دارالخلافہ کا جزیہ اپنے اوپر مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں جزیہ کے علاوہ ہمارا ان پر کوئی حق اور تصرف نہیں ہے۔ انہیں اپنے معبود کی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تم کسی بھی آدمی سے اس کے طریقے کے بارے میں کوئی روک ٹوک نہ کرنا تاکہ وہ اپنے گھروں میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے رہیں۔‘‘ تب آپ نے وہاں کے بزرگوں ، سربراہوں اور برہمنوں سے فرمایا۔ ’’بے شک تم اپنے معبود کی عبادت کرو...... اپنی رسمیں اور تہوار اپنے باپ دادا کے دستور کے مطابق جاری رکھو‘‘ ۴۶

اروڑ کے معاہدے میں بھی مذہبی آزادی کا ذکر موجود ہے۔ یعنی یہ کہ'' اروڑ کے باشندے قتل نہ کیے جائیں اور بد (معبد) سے تعرض نہ کیا جائے۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے فرمایا۔ بُد (بت خانہ یا معبد) ویسا ہی تو ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ کے کنیسے اور مجوس کے آتشکدے''۴۷ ان معاہدوں کے علاوہ بھی پورے سندھ میں تمام غیر مسلم رعایا مذہبی طور پر بالکل آزاد تھی۔ ابوریحان البیرونی نے ان کی مذہبی رواداری کے متعلق لکھا ہے۔'' بجز ان لوگوں کے جنہوں نے خوشی سے تبدیل مذہب کیا سب کو ان کے مذہب پر چھوڑ دیا۔''۴۸ حتیٰ کہ اگر کوئی ہندو مسلمان ہو کر مرتد ہو جاتا تو بھی اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ اس بارے میں کتاب البدء التاریخ میں مرقوم ہے۔

''و من ارتد منهم اذاسباه المسلمون لم يقتلوه حتىٰ يز كوه و يطهر وه ، ان تحلق كل شعرة من راسه و جلد ه ثم يجمع ابوال البقرة و اخثائها و سمنها و لبنها ، فيسقىٰ منها ايا ماً، ثم يذهب الى البقرة فيسجد لها۔ ''

ترجمہ : ''ان میں سے جو مسلمانوں کا قیدی ہو کر مسلمان ہوتا پھر مرتد ہو جاتا تو وہ اسے قتل نہیں کرتے بلکہ (ہندو) اسے خوب پاک و صاف کرتے ہیں۔ یعنی اس کے سر اور بدن کے تمام بال مونڈ دیتے ہیں۔ پھر گائے کا پیشاب، گوبر، دودھ اور گھی اکٹھا کر کے کئی روز تک اسے پلایا جاتا ہے۔ پھر اسے گائے کے پاس لے جاتے ہیں جسے وہ سجدہ کرتا ہے''۔ ۴۹

آپ کی مذہبی رواداری کے بارے میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں۔

Muhammad bin Qasim did not exercise any pressure upon the population to accept Islam and extended to them all facilities to which the *Zimmis* are entitled in a Muslim state . Their places of worship were left unmolested and they were permitted to retain the administration of their personal law ,religious institutions and control over local and communal affairs. ۵۰

سندھ میں مذہبی آزادی کے متعلق سر آرنلڈ لکھتے ہیں

That these conversions were in the main voluntary, may be judged from the toleration that Arabs, after the first violence of the onslaught, showed towards their idolatrous subjects. The people of Brahmanabad, for example, whose city had been taken by storm, were allowed to repair their temple, which was a means of livelihood to the Brahmans, and nobody was to be forbidden or prevented from following his own religion, and generally, where submission was made, quarter was readily given, and people were permitted to exercise their own creeds and laws. ۵۱

حرف آخر

محمد بن قاسم کے ذاتی کردار اور اس کے نظام حکمرانی کی سب اپنوں اور غیروں نے تعریف کی ہے۔ مثلاً ڈاکٹر تارا چند محمد بن قاسم کے متعلق لکھتے ہیں

"مسلمان فاتح نے مفتوحوں کے ساتھ عقلمندی اور فیاضی کا سلوک کیا۔ مالگذاری کا پرانا نظام قائم رہنے دیا۔ اور قدیمی ملازموں کو برقرار رکھا۔ ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو اپنے مندروں میں پرستش کی اجازت دی اور ان پر فقط ایک خفیف سا محصول عائد کیا۔ جو آمدنی کے مطابق ادا کرنا پڑتا تھا۔ زمینداروں کو اجازت دی گئی کہ وہ برہمنوں اور مندروں کو قدیم ٹیکس دیتے رہیں۔" ۵۲

عبدالمجید سالک لکھتے ہیں۔" محمد بن قاسم ۹۲ھ میں سندھ پہنچا اور صرف ساڑھے تین برس کی مدت میں ملتان سے کچھ تک، دوسری طرف مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر کے نہایت عدل و انصاف کی حکومت قائم کر دی" ۵۳

حمزہ بن بیض حنفی نے ان کے حق میں یہ اشعار کہے ہیں۔

ان المروۃ و السماحۃ و لندیٰ　　لمحمدبن قاسم بن محمد

ساس الجیوش لسبع عشرۃ حجۃ　　باقرب ذلك سود دامن مولد

ترجمہ: مروت اور سماحت، فضل اور خیر محمد بن قاسم بن محمد کا ہی حصہ ہیں۔ اس نے سترہ برس کی عمر میں لشکروں کی سرداری کی۔ ۵۴

ایشوری پرساد ان الفاظ میں محمد بن قاسم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

Muhammad bin Qasim blooming youth, his dash and heroism,his noble deportment througout the expedition and his tragic fall have invested his career with the halo of martyrdom. ۵۵

سید سلیمان ندوی ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

"۹۳ھ میں محمد بن قاسم سندھ پہنچا اور تین برس کے عرصہ میں چھوٹے کشمیر (پنجاب) کی سرحد ملتان سے لے کر کچھ تک اور اودھ مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر لیا۔ اور پورے سندھ میں اس نے نہایت عدل و انصاف اور امن کی سلطنت قائم کر دی۔ ۵۶

ڈاکٹر ممتاز حسین پٹھان لکھتے ہیں۔

He was quite capable as a military leader and was endowed with an instinct of wise administration. He was also endowed with the qualities of self-confidence. manliness, generosity and forbearness, which not only help

him in the conquest of an inhospitable foreign land but infused in him an insight of organising the administration of the conquest land.[۵۷]

الغرض محمد بن قاسم اپنی نوعمری کے باوجود ایک فرض شناس، منصف مزاج اور نظم و ضبط کا پابند انسان تھا۔ اس نے سندھ میں سرکش قوتوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ایسا عمدہ نظم و نسق قائم کیا جو اسلام کے عدل و انصاف اور انسانی ہمدردی کے اصولوں کا آئینہ دار تھا۔ انہوں نے سندھ کی مقامی آبادی کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ حسب ضرورت کہیں سختی سے بھی کام لیا گیا لیکن عام طور پر وہ مذہبی رواداری اور فلاح عامہ کے جذبے سے سرشار تھا۔

حوالہ جات

۱- احمد بن یحییٰ البلاذری: فتوح البلدان (اردو ترجمہ ابوالخیر مودودی) کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۰ء، ص ۶۲۰۔

۲- کوفی علی، چچ نامہ (اردو ترجمہ اختر رضوی) جامشورو، سندھ ادبی بورڈ، ۲۰۰۲ء، ص ص ۱۶۳،۱۶۲۔

۳- اعجاز الحق قدوسی، تاریخ سندھ، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء، ۱/۱۳۸۔

۴- کوفی علی، چچ نامہ، ص ص ۱۸۲- ۱۸۱۔

۵- البلاذری، فتوح البلدان، ص ۶۲۱۔

۶- کوفی علی، چچ نامہ، ص ۲۵۶۔

۷- ایضاً، ص ۲۸۹۔

۸- البلاذری، فتوح البلدان، ص ۶۲۲،۶۲۴۔

۹- کوفی علی، چچ نامہ، ص ۳۱۲۔

۱۰- محمد معصوم بکھری، تاریخ معصومی (اردو ترجمہ اختر رضوی) جامشورو، سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۲ء، ص: ۳۸-۳۷۔

۱۱- علی کوفی، چچ نامہ، ص ۳۲۲۔

۱۲- ایضاً، ص ۳۳۸۔

۱۳- ایضاً، ص ۳۴۲۔

۱۴- ایضاً، فتوح البلدان، ص ص، ۱۴۳، ۶۲۹۔

۱۵- ایضاً، ص ۱۵۵۔

۱۶- البلاذری، *فتوح البلدان*، ص ۶۲۴۔

17- Dr.Mumtaz Hussain Pathan: *History of Sind*, Vol:III, Hyderabad, Sindhi Abadi Board, n.d, p.198.

۱۸- کوفی علی، چچ نامہ، ص۱۶۸۔

۱۹- ایضاً، ص ص ۱۸۸، ۱۸۷۔

۲۰- ایضاً، ص ۲۷۸۔

۲۱- ایضاً، ص ۳۳۷۔

۲۲- ایضاً، ص ۱۵۸۔

۲۳- شیخ محمد اکرام، *آب کوثر*، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص۱۲۶۔

۲۴- کوفی علی، چچ نامہ، ص، ۳۱۰۔

۲۵- ایضاً، ص۲۹۷۔

۲۶- اکبر شاہ خان نجیب آبادی، *آئینہ حقیقت نما*، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۶۔

۲۷- کوفی علی، چچ نامہ، ص۳۳۴۔

۲۸- البلاذری، *فتوح البلدان*، ص۶۲۴۔

۲۹- کوفی علی، چچ نامہ، ص ۳۰۳۔

۳۰- اشتیاق حسین قریشی، برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، (ترجمہ ہلال احمد زبیری)، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء، ص۳۵۔

۳۱- بکھری، تاریخ معصومی، ص۳۱۸۔

۳۲- اشتیاق حسین قریشی، برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص۹۱۔

۳۳- بکھری، تاریخ معصومی، ص ۳۰۔

۳۴- کوفی علی، چچ نامہ، ص ص۳۰۰، ۲۹۷۔

۳۵- قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ، ۲۳۴/۱۔

۳۶- کوفی علی، چچ نامہ، ص ۲۰۲۔

۳۷- بکھری، تاریخ معصومی، ص۴۰۔

۳۸- کوفی علی. چچ نامہ،ص ۳۱۰۔

۳۹- ایضاً،ص۲۹۴۔

۴۰- ایضاً،ص۲۹۶۔

۴۱- ایضاً،ص۲۹۷۔

۴۲- رما شنکر ترپاٹھی، تاریخ قدیم ہندوستان، سٹی بک پوائنٹ، کراچی،۲۰۰۵ء،ص۱۸۱۔

۴۳- البلاذری،فتوح البلدان،ص۶۲۰۔

۴۴- عبدالمجید سالک،مسلم ثقافت ہندوستان میں،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،۱۹۸۲ء،ص۸۴۔

۴۵- اعجاز الحق قدوسی، تاریخ سندھ، ص۱/۲۳۳۔

۴۶- کوفی علی:چچ نامہ، ص ۲۹۹۔

۴۷- البلاذری ،فتوح البلدان،ص۶۲۳۔

۴۸- ابوریحان البیرونی ،کتاب الہند،ص۸۔

۴۹- قاضی اطہرمبارک پوری، خلافت امویہ اور ہندوستان ،فکرو نظر پبلی کیشنز،سکھر،۱۹۸۶ء، ص ۲۵۳۔

۵۰- Ishtiaq Hussain Qureshi, *A Short History of Pakistan*, University of Karachi, Karachi, 1988, p.241.

۵۱- T.W Arnold, *Preaching of Islam*, S.M. Ashraf, Lahore, 1968, p.275.

۵۲- شیخ محمد اکرم، آب کوثر،ص ۲۶۔

۵۳- عبدالمجید سالک ،مسلم ثقافت ہندوستان میں ،ص۸۶۔

۵۴- البلاذری،فتوح البلدان،ص ۶۲۵۔

۵۵- Ishwari Prasad, *A Short History of Muslim Rule in India*, The Indian Press, Allahabad, 1958, p.32.

۵۶- سید سلیمان ندوی ،عرب و ہند کے تعلقات، کریم سنز پبلیشرز،کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۱۶۔

۵۷- Dr. Mumtaz Hussain Pathan, *History of Sind*, Vol: III, p. 197.